

سامنس کو اور ہنابچھونا بنائیے!

تین سال پہلے، محض اتفاق تھا کہ سو شل میڈیا پر رو بن سے ملاقات ہو گئی۔ عام سا گورا۔ یو کے کے براٹن شہر میں قیام پذیر۔ آہستہ آہستہ معلوم ہوا کہ ایک درمیانے درجہ کے تحقیقی ادارہ میں کام کرتا ہے۔ رو بن سے دوستی ہو گئی اور اسی میں پر بھی رابطہ شروع ہو گیا۔ فیں بک پر رو بن نے اپنی نئی تصویر لگائی تو معلوم ہوا کہ اسکی دونوں ٹانگیں حادثے کی وجہ سے بے جان ہو چکی ہیں۔ رو بن نے معدودی کو کسی صورت میں اپنی زندگی پر اثر انداز نہیں ہونے دیا۔ اگر وہ پہلے آٹھ گھنٹے کام کرتا تھا تو اپا ہجھ ہونے کے بعد بارہ سے چودہ گھنٹے کام کرنے لگا۔ ڈیڑھ برس سے رو بن سے میری فون پر بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ گفتگو قطعاً سماں نہیں ہوتی۔ رو بن اپنی تحقیق کے متعلق اکثر بتاتا رہتا ہے۔ پہلے مجھے معلوم نہیں تھا۔ مگر 9/11 کے حادثے کے بعد رو بن نے اسلام کو پڑھنا شروع کیا۔ قرآن کا انگریزی ترجمہ حاصل کیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ دس ماہ قرآن کے مطالعے نے اسے مجبور کر دیا کہ سیرت کا بھی مطالعہ کرے۔ رو بن نے حد درجہ محنت کر کے آقا کی انگریزی میں سیرت کی کتابیں حاصل کی اور سنجیدگی سے پڑھنا شروع کر دیا۔ قرآن اور سیرتِ نبی کے مطالعے کے بعد رو بن مکمل طور پر پرشدروہ گیا۔ اسکا خیال تھا کہ اسلام دہشت گردی پھیلانے کا ایک ذریعہ ہے۔ دیقق مطالعے کے بعد اندازہ ہوا کہ اس دین کا دہشت گردی سے دور دور کا تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو اپنے زمانے سے لیکر آج تک ایک انقلابی پیغام لیکر آیا ہے۔ مگر جب مسلمان ممالک کے عمومی حالات دیکھے، تو اندازہ ہوا کہ موجودہ مسلمان ممالک تو اسلام کے نزدیک تک نہیں ہیں۔ اسکے ذہن میں تجسس تھا کہ ایسا کیوں ہے۔ ایک شاندار تین نظام کا حصہ ہونے کے باوجود موجودہ مسلمان اتنے پسمندہ کیوں ہیں۔ دنیا میں ہر ترقی سے محروم کیسے رہ گئے۔ اسکی تحقیق مکمل طور پر ذاتی تھی۔ رو بن نے دونستانہ نکالے۔ پہلا تو یہ کہ مسلمان صرف اور صرف اسلام کی ظاہری رسومات تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ عملی طور پر اس عظیم دین سے انکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ مسلمانوں میں تحقیق، سامنس اور عصری علوم حاصل کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ رو بن بھی بھی پاکستان نہیں آیا۔ مگر اسکا خیال ہے کہ اگر مسلمانوں میں کوئی بھی ملکی ترقی کرنے کی حریت انگیز قوت رکھتا ہے تو وہ صرف اور صرف پاکستان ہے۔ اسکی وجوہات اسکے نزدیک کافی ہیں۔ ان پر کسی اور وقت بات کرو نگا۔ پانچ چھ مہینے سے وہ صرف یہی کہتا ہے کہ مسلمان تحقیق کی دنیا سے اتنے دور کیوں ہیں۔ سامنسی علوم پر غور کیوں نہیں کرتے۔ خیر میرے پاس بھی اسکا کوئی حتیٰ جواب نہیں ہے۔ لہذا میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

دو ماہ پہلے رو بن پوچھنے لگا، کہ کیا آپکو معلوم ہے کہ پاکستان ترقی کی دوڑ میں اتنا پچھے کیوں ہے۔ پسمندہ کیوں ہے۔ اسکا بین الاقوامی تاثراتنا منفی کیوں ہے۔ ذہن میں جو جوابات تھے، بتدرجی بیان کیے۔ رو بن کا تجزیہ حد درجہ چونکا دینے والا تھا۔ کہنے لگا، تمہارے ملک نے صنعتی ترقی کی جدید دوڑ میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ تم لوگ اس چیز پر ہی خوش ہو کہ انہیں پیدا کر کے لوگوں کی بھوک مٹاسکتے ہو۔ مگر بحیثیت قوم، تم لوگوں نے زراعت کے شعبے سے نکل کر انڈسٹریل سوسائٹی بننے میں ہر رکاوٹ کھڑی کر رکھی ہے۔ خصوصاً ہائی ٹیک انڈسٹری کی عملی موجودگی ہی کی نفی کر ڈالی ہے۔ نتیجہ یہ کہ نہ پاکستان، ہائینڈ کی طرح ایک ترقی یافتہ زرعی ملک ہے اور نہ

ہی جاپان کی طرح ایک جدید معاشری اور صنعتی سوسائٹی بن سکا ہے۔ قیامت یہ کہ تم لوگوں نے اس کمی کو محسوس تک نہیں کیا۔ رو بن نے مثال دی کہ چالیس سال سے تمہاری ہر حکومت نے برامات بڑھانے کی سر توڑ کوشش کی ہے۔ برکاری بیساکھیوں کے بعد، پاکستان، تولیے، بیڈشیٹ، ٹی شرٹس، جیز وغیرہ کے علاوہ کوئی خاص چیز برآمد نہیں کر سکا۔ ہاں کھلیوں کی مصنوعات بھی موجود ہیں۔ پر کیا کبھی تمہارے ملک میں کسی نے سوچا کہ اگر ایک تو لیے سے اگر چار پاؤ نڈ ملتے ہیں تو پھر مزید ایسا کام کیا جائے کہ یہ چار پاؤ نڈ، سینکڑوں میں تبدیل ہو جائیں۔ اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ فون پر کہنے لگا کہ اگر تم چادریں بنانا چھوڑ دو اور فیصلہ کرو کہ ہم نے جدید ترین سیل فون بنانے ہیں۔ ڈل (Dell) کے مقابلے پر کمپیوٹر بنانے کے کارخانے لگانے ہیں۔ دنیا کی محفوظ ترین کاربنانی ہے۔ تو کیا خیال ہے کہ تمہاری کاروباری صلاحیت کہاں سے کہاں پہنچ جائیگی۔ درست ہے کہ کپاس سے مسلک اشیاء کو بھی بناؤ۔ مگر تمہاری نگاہ صرف اور صرف ہائی ٹیک انڈسٹری پر مرکوز رہنی چاہیے۔ رو بن کہہ رہا تھا کہ اگر ہماری توجہ، زراعت سے مسلک شعبوں سے نکل کر کسی ڈالر سے بڑھ کر کم از کم دو سو بلین ڈالر تک پہنچ جائیگی۔ رو بن کی باتیں میرے دل کو لگیں۔

تحوڑا عرصہ پہلے اس سے دوبارہ بات چیت ہوئی تو کہنے لگا کہ پاکستان کے خلاف کسی نے سازش نہیں کی۔ کسی ملک کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ دوسرے ملک کو ختم کرنے کیلئے اپنی معاشری ترقی کو دا اور پر لگادے۔ دراصل، تم لوگ بذاتِ خود، اپنے سب سے بڑے دشمن ہو۔ ذہنی طور پر غلامی کے اتنے عادی ہو چکے ہو کہ تمہاری سوچ بھی بیڑیوں میں قید ہے۔ فکر کو آزاد کرنے کیلئے تمہارے ملک میں کسی نے کوئی کوشش نہیں کی۔ کسی بھی سیاسی شخص میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ کوئی ایسا انقلابی قدم اٹھائے کہ عام لوگوں میں بھی ذہنی غلامی ختم ہو سکے۔ بلکہ تمہارے سیاسی اور مذہبی رہنمای فکری آزادی کے حد درجہ خلاف ہیں۔ رو بن کے نزدیک یہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔ اسکی تحقیق کے مطابق جدید علوم ہرگز ہرگز یونان اور روم سے مسلمانوں میں منتقل نہیں ہوئے۔ ننانوے فیصلہ موجودہ سائنسی تحقیق کی بنیاد اُج سے آٹھ سو سال پہلے قرطبه اور بغداد میں رکھی گئی تھی۔ مسلمان سائنسدانوں نے اتنی حیرت انگیز ایجادات کیں تھیں، جس نے دنیا کا مکمل طور پر بدل کر رکھ دی تھی۔ اس قدیم وقت میں یورپ کے لوگوں کا رو یہ بالکل وہی تھا جو آج کل موجودہ مسلمانوں کا ہے۔ یورپ ہر طرح کی جدیدیت کے بھرپور طور پر خلاف تھا۔ جدید علوم سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی محقق نے سائنسی کلیے کو بیان کرنے کی کوشش کرتا تھا تو اسے لادین قرار دیکر ریاست قتل کروادیتی تھی۔ حیرت انگیز مثال یہ ہے کہ آج اگر کوئی مسلمان، فکری آزادی، تحقیق اور جدید علوم کی ترویج کی بات کرتا ہے تو اسکی حد درجہ مخالفت کی جاتی ہے۔ اکثر اوقات اسے مار دیا جاتا ہے یا اسے ملک چھوڑنا پڑتا ہے۔ رو بن کی باتوں میں کافی وزن تھا۔ فون بند ہونے کے بعد کافی دیر سوچتا رہا کہ واقعی ایک ہزار سال پہلے، دنیا میں ترقی کے ضامن تو صرف مسلمان حکمران اور عوام تھے۔ سائنسی علوم اور تحقیق پرانی مکمل طور پر بالادستی تھی۔ سوسائٹی کا ایک طبقہ صرف اور صرف تحقیق اور ایجادات پر غور کرتا تھا۔ بادشاہ سے لیکر عوام تک، ان محققین کی دل و جان سے عزت کرتے تھے۔ انکا سماجی مقام حد درجہ بلند تھا۔ اگر وہ بادشاہ کے پاس دربار میں جانا چاہیں تو انہیں بلند سند پر بٹھایا جاتا تھا۔ مسلمان خلفاء کی کوشش ہوتی تھی کہ اہل علم کے ساتھ وقت

گزاریں۔ کتابیں پڑھیں۔ لابریریاں بنائیں۔ جدید علوم کو عام کریں۔ تحقیقی اداریں بنائیں۔ اتنی فکری آزادی تھی کہ سائنسدان عام لوگوں کو تحقیق کے نئے زاویے بتاتے اور سمجھاتے تھے۔ کسی کو علمی تفرقی کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچایا جاتا تھا۔

تین ہفتے پہلے، روبن نے مجھے 2018 میں ہونے والی ایجادات کی فہرست بھجوائی۔ یہ ایک لندن کی طرز پر تھی۔ ایم آئی ٹی یونیورسٹی کی طرف سے شائع کردہ ایک مقالہ تھا جس میں صرف ایک برس کی نئی ایجادات کے متعلق تفصیل درج تھی۔ اسکے مطابق پچاس ایجادات ایسی تھیں جو کہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے دس ایسی ہیں جو آنے والے وقت کو مکمل طور پر بدل دیں گے۔ اس تبدیلی کا ادراک ابھی مغربی دنیا کو بھی مکمل طور پر نہیں ہوا۔ مسلمان ممالک کا تو ذکر کرنا ہی بیکار ہے۔ کیونکہ یہاں تو ان ایجادات کے اثرات کو آتے آتے کئی دہائیاں لگ جائیں گے۔ روبن کے بھیجے گئے لندن کو Google پر پڑھاتو از خوشی اور حد درجہ تکلیف ہوئی۔ خوشی اس ادراک کی تھی کہ سائنس کی دنیا کتنی تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور تکلیف اسیلے کہ 2018 کی ایجادات صرف اور صرف مغرب میں ہوئیں۔ کسی مسلمان سائنسدان نے کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کی۔ بلکہ کسی مسلمان ملک نے اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔ روبن نے فون کر کے پوچھا کہ لندن کیسا لگا۔ خیرتیں سینڈیات نہ کر سکا۔ کیونکہ یہ ایجادات میرے تصور سے بھی باہر تھیں۔ روبن کہنے لگا کہ دنیا کا مستقبل اب Artificial Intelligence سے مسلک ہے۔ یہ صنعتی انقلاب کا چوتھا مرحلہ ہوگا۔ ”مصنوعی عقل“ سے اس طرح کی مشینیں اور روبوٹ بنائے جائیں گے جو ہر کام کر سکتے ہیں۔ ان میں ایک صلاحیت اور بھی ہوگی کہ اگر کوئی کام اسکے ہاتھوں سے غلط ہو جائے تو ان کا مصنوعی ذہن ان کو فوراً بتائیگا۔ اس روبوٹ کے ساتھ کام کرنے والے روبوٹ بھی اسکی غلطی کی فوری تصحیح کر دیں گے۔ روبن کہنے لگا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چند ہائیوں بعد، دنیا کے بہترین ڈاکٹر انسان نہیں، روبوٹ ہونگے۔ بہترین قانون دان بھی وہی ہونگے اور عسکری معاملات میں بہترین فوجی بھی یہی ہونگے۔ یعنی اگر کسی ملک کے پاس مصنوعی ذہانت پر مبنی مشینوں کی ایک فوج ہے تو اس کا مقابلہ کرنا ممکن ہوگا۔ روبوٹ مرے گا نہیں۔ صرف تباہ ہو سکے گا۔ مگر تباہ ہونے تک وہ ہزاروں لوگوں سے لڑ کا ہوگا۔ روبن نے اسکے علاوہ مجھے متعدد نئی ایجادات بتائیں گے جو کہ آنے والے دنوں میں لوگوں کے معاملات کو مکمل طور پر تبدیل کر دیں گے۔ جیسے گاڑیوں میں ڈرائیوروں کی ضرورت نہیں رہیگی، جہازوں میں پائلٹ کا وجود بے معنی ہو جائیگا۔ بھری جہازوں اور آبادوزوں میں انسان کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔

روبن کی سائنسی تحقیق کے متعلق باتیں مکمل طور پر صحیح ہیں۔ حقیقت پر منی ہیں۔ مگر اسکا ایک فقرہ انتہائی تکلیف دہ تھا۔ کہنے لگا، مسلمان ممالک کا گزشتہ چار پانچ صدیوں سے کسی نئی ایجاد اور سائنسی تحقیق سے کوئی تعلق نہیں۔ جب تک مسلمان اپنے انقلابی دین کے مطابق اپنے آپ کو جدت کے سانچے میں نہیں ڈھالتے یہ بے معنی رہیں گے۔ ہاں، اگر یہ ماخذ کی طرح سائنس کو اور ہانا بچھونا بنالیں، تو دوبارہ دنیا میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ تحقیق اور نئی سوچ سے نفرت انہیں کبھی ترقی نہیں کرنے دیگی۔ یہ ایسے ہی رہیں گے۔ ایسے ہی مرتباً۔ تحقیق اور سائنس میں سنجیدہ نہیں ہونگی۔